﴿مبلغہ بیان کو 3 بار اچھی طرح پڑھ لیں اور دورانیے کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جائے۔﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہ　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللہ

اللہ کی رِضا میں راضی رہنے کا طریقہ (بیان)

دُرُود شریف کی فضلیت

100 حاجتیں پُوری ہونے کا وَظِیفہ

رَحمتِ عالمیان، سَرورِ ذِیشان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **کا فرمانِ رَحمت نشان ہے**: ”مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ، یعنی جو شخص یومیہ مجھ پر 100 مرتبہ دُرُود بھیجے گا“ قَضَی اللہُ لَہٗ مِائَۃَ حَاجَۃٍ، یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی 100 حاجات پُوری فرمائے گا، سَبْعِیْنَ مِنْھَا لِاٰخِرَتِہٖ وَ ثَلَاثِیْنَ مِنْھَا لِدُنْیَاہُ یعنی ان میں سے ستّر آخرت کی اور تیس دُنیا کی حاجات ہوں گی۔“ (کنزالعمال، کتاب الاذکار، الباب السادس فی الصلاۃ علیہ وعلی آلہ، ۱ / ۲۵۵، الجزء الاول، حدیث: ۲۲۲۹)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّد

پیاری پیاری اسلامی بہنو! اگر ہم غور کریں تو ہمیں اس بات کا بَخُوبی اَندازہ ہو سکتا ہے کہ فِی زمانہ ہم میں سے تقریباً ہر شخص ہی ہمہ وَقت نجانے کتنی پَریشانیوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے مگر قربان جایئے، مَحبوبِ ربُّ العلمین، خاتِمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کہ جن کا فرمانِ دِلنشین آپ نے سَماعت فرمایا کہ ”جو شخص دن بھر میں سو بار میری ذات پر **دُرُودِ پاک** پڑھ لیا کرے گا تو اس کی بَرَکت سے اللہ اس کی سو حاجتیں پُوری فرمادے گا۔“ تو کیوں نہ ہو کہ ہم بھی اپنی حاجات کی تکمیل کیلئے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کثرت کے ساتھ **دُرُودِ پاک** پڑھ لیا کریں۔

بیان سُننے کی نِیّتیں

پیاری پیاری اِسلامی بہنو! حُصُولِ ثواب کی خاطِر بَیان سُننے سے پہلے اَچّھی اَچّھی نیّتیں کر لیتی ہیں۔ فَرمانِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم "نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ" مُسلمان کی نِیَّت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ (اَلْمُعجمُ الکبیر لِلطّبرانی ج ۶ ص ۱۸۵ حدیث ۵۹۴۲)

نکتہ: جِتنی اَچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

موقع کی مناسبت اور نوعیت کے اعتبار سے نیتوں میں کمی، بیشی و تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

☆ اللہ کریم کی رضا پانے اور حصولِ ثواب کے لیے نگاہیں نیچی کئے خوب کان لگا کر سنوں گی ☆ ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بجائے علمِ دین کی تعظیم کی خاطر جہاں تک ہو سکا دوزانو بیٹھوں گی ☆ ضَرورَتاً سمٹ سرک کر دوسری اسلامی بہنوں کے لئے جگہ کشادہ کروں گی ☆ دھکا وغیرہ لگے تو صبر کروں گی، گھورنے، جھڑکنے اور الجھنے سے بچوں گی ☆ بیان سے نصیحت حاصل کروں گی۔ ☆ ذکر صالحین سے برکتیں لوٹوں گی۔ ☆ اللہ کی رحمت کی حق دار بنوں گی ☆ صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب، اُذْکُرُوا اللہ، تُوْبُوْا اِلَی اللہ وغیرہ سن کر ثواب کمانے اور مبلغہ کی دل جوئی کے لئے پست آواز سے جواب دوں گی ☆ سلام کے بعد خود آگے بڑھ کر سلام و مصافحہ اور انفرادی کوشش کروں گی۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بندہ ہونا کسے کہتے ہیں؟

پہلے دَور میں غُلام باقاعدہ بازار میں فروخت ہوتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن اَدْھَم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کو ایک غُلام کی ضرورت پیش آئی، آپ بازار تشریف لے گئے، ایک غُلام خریدا اور گھر لے آئے، آپ نے اُس غلام سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ غُلام نے کہا: جس نام سے آپ پُکاریں، وہی میرا نام ہو گا، آپ نے پوچھا: تم کیا کھانے کے عادِی ہو؟ غُلام نے کہا:

جو آپ کھلا دیں گے، کھالوں گا، پھر پوچھا: کوئی خواہش ہو تو بتاؤ! غُلام بولا: جو آپ کی خواہش ہے، وہی میری خواہش ہے۔ میں تو غُلام ہوں اور غُلام کو ان چیزوں سے تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس پر حضرت ابراہیم بن ادھم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ سوچنے لگے: کاش! میں بھی اللہ پاک کا ایسا ہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔ [i]

پیاری پیاری اسلامی بہنو! اسے کہتے ہیں، بندہ (یعنی غُلام) ہونا، بندہ ہوتا ہی وہ ہے جس کی اپنی کوئی خواہش نہ ہو، جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو، بندہ ہمیشہ اپنے مالِک کی مرضی پر چلتا ہے، اس لئے ہمیں بھی چاہئے کہ غربت آئے، پریشانی آئے، مصیبت آئے، کچھ بھی ہو، ہم اللہ پاک کے فیصلے پر مطمئن رہیں، کبھی بھی شکوہ شکایت زبان پر نہ لائیں۔

رضا کیوں ضروری ہے؟

پیاری پیاری اسلامی بہنو! ہم بندے ہیں اور بندے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رَبِّ کریم کے فیصلے پر اعتراض کرے، اللہ پاک ہمارا رَبّ ہے، اسی نے ہمیں پیدا فرمایا، اسی نے ہمیں زِندگی بخشی، وہی ہمیں رِزْق عطا فرماتا ہے، اسی نے ہمارے لئے زمین کا فرش بچھایا، اسی نے ہمارے لئے نیلے آسمان کی چھت بنائی، ہر طرح کی نعمتیں ہمیں وہی عطا فرماتا ہے، وہی ہمارا خالق ہے، وہی ہمارا مالِک ہے، ہم تو بندے ہیں اور بندے کا یہی حق ہے کہ اپنے رَبّ کے فیصلے پر راضِی رہے۔ اَصْل میں دیکھا جائے تو اعتراض اللہ پاک کے فیصلے پر نہیں بلکہ ہماری اُن خواہشات پر بنتا ہے جو اللہ پاک کی مرضی سے ہٹ کر ہیں، مثلاً اللہ پاک نے مجھے غریب رکھا، اس کے باوُجود میرے دِل میں امیر ہونے کی خواہش ہے تو چاہئے کہ میں اپنی اس خواہش کو بُرا کہوں، آخر ایک بندے کے دِل میں ایسی خواہش ہی کیوں رہے جو اس کے رَبّ کی مرضی کے خِلاف ہے؟ امام قشیری رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ لکھتے ہیں: تقدیر سے جو کچھ ظاہِر ہو، اس کے سامنے اپنے اختیارات کو چھوڑ دینا، اسے عُبُوْدِیَّت (یعنی بندگی) کہا جاتا ہے

اچھی، بُری تقدیر اللہ پاک کی طرف سے ہے

پیاری پیاری اسلامی بہنو! یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، ہم بچپن سے پڑھتے، سُنتے آرہے ہیں: وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللہِ تَعَالٰی ہر اچھی، بُری تقدیر اللہ پاک کی طرف سے ہے، ہمیں نعمت ملے * یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے ہے * کوئی آزمائش آئے، یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے ہے * مال مِلا، یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے ہے * غُربت آئی، یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے ہے * صِحّت اللہ پاک کی طرف سے ہے * بیماری بھی اللہ پاک ہی کی طرف سے ہے، غرض ہر اچھی اور بُری تقدیر اللہ پاک ہی کی طرف سے ہے، لہٰذا جب بندہ یہ اقرار کر چُکا کہ میں اللہ پاک کے رَبّ ہونے پر راضی ہوں تو اُسے چاہئے کہ اللہ پاک کے ہر فیصلے پر راضی ہی رہے، اگر نعمت ملنے پر خوش ہوتا ہے تو چاہئے کہ آزمائش آنے پر بھی خُوشی ہی ہو، اللہ پاک کے کسی فیصلے پر بھی دِل میلا نہ کرے، نہ زبان پر شکوہ لائے۔

ہاں! اللہ پاک سے دُنیا اور آخرت میں خیر وعافیت کی دُعا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں!

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ (اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں معافی اور ہر بُرائی سے عافیت کا سوال کرتا ہوں)۔

اللہ پاک سے راضِی ہو جانا کسے کہتے ہیں؟

حضرت رابعہ بصریہ رَحمۃُ اللہ عَلَیْہا اللہ پاک کی ولیہ، بہت نیک اور عبادت گزار تھیں، ایک روز آپ تشریف فرما تھیں، آپ کے سامنے ایک شخص نے دُعا کی: یا اللہ پاک! مجھ سے راضی ہو جا۔

یہ دُعا مانگنا بالکل جائز ہے، عموماً یہ دُعا مانگی بھی جاتی ہے مگر اولیائے کاملین کے اپنے نِرالے انداز ہیں، چنانچہ حضرت رابعہ بصریہ رَحمۃُ اللہ عَلَیْہا نے جب اس شخص کی زبان سے یہ دُعا سُنی تو فرمایا: اے شخص! تجھے شرم نہیں آتی...؟ اللہ پاک سے اُس کی رضا مانگتے ہو جبکہ تم خود اس سے راضی نہیں ہو۔

قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے عرض کیا: **بندہ اللہ پاک سے راضِی ہو جائے** اس کا کیا معنٰی ہے؟ فرمایا: جب تمہیں مصیبت پر بھی یونہی خوشی ہو جیسی نعمت ملنے پر ہوتی ہے، تب کہا جائے گا کہ تم اللہ پاک سے راضی ہو۔ [ii]

تاج و تخت و حکومت مت دے　　کثرتِ مال و دولت مت دے
اپنی رضا کا دیدے مُژدہ　　یا اللہ مری جھولی بھر دے [iii]

---

i ... تذکرۃ الاولیا، حضرت ابراہیم ادھم، صفحہ:78

ii ... احیاء العلوم، جلد:5، صفحہ:166 بتغیر قلیل

iii ... وسائل بخشش، صفحہ: 123-

اللہ اکبر ! اسے کہتے ہیں: اللہ پاک کے رَبّ ہونے پر راضی ہو جانا، اللہ میرا رَبّ ہے، وہ میرے متعلق جو فیصلہ فرمائے، مجھے قبول ہے، دل وجان سے قبول ہے، خوش دِلی سے قبول ہے۔ مگر! افسوس! ہمارا حال بالکل اُلٹ ہے، ہمارے ہاں تو ایک گلاس ٹوٹ جائے تو ہم غُصّے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں، اچانک بجلی (Electricity) بند ہو جائے تو بُڑ بُڑانے لگتے ہیں، کام والی چلی جائے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا، سردی زیادہ ہو جائے، گرمی زیادہ ہو جائے، معمولی سا بخار آجائے، آمدنی (Income) کم ہو جائے، تو ہمارے دِل میں وسوسے آنے لگتے ہیں، زبان پر شکوے آجاتے ہیں۔

حالانکہ بہت آزمائشیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں

پارہ 21، سورۂ رُوم، آیت: 41 میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں فَساد ظاہر ہو گیا ان برائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

اس آیتِ کریمہ میں بتایا گیا کہ قحط سالی، بارش نہ ہونا، پیداوار کی قلت، تجارت کا نقصان، بے برکتی، طرح طرح کی بیماریاں ، سمندری طوفان اور مختلف آزمائشیں گُناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ اللہ پاک کے آخری نبی، رسولِ ہاشمی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک بندہ گُناہ کے باعث رِزْق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔[i]

گناہوں کی وجہ سے آنے والی آزمائش کی دو حکمتیں

پیاری پیاری اسلامی بہنو! اس آیتِ کریمہ کے آخر میں گُناہوں کی وجہ سے آنے والی آزمائشوں کی دو حکمتیں بیان ہوئی ہیں

(1) : ارشاد ہوتا ہے:

لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا ترجمہ: تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے

(پارہ: 21، سورۂ رُوم: 41)

یعنی تکلیفیں، پریشانیاں، مصیبتیں، بیماریاں، تنگ دستیاں، بے روزگاریاں کیوں آتی ہیں؟ گُناہوں کی سزا کے طَور پر۔ لہٰذا جب بھی کوئی مصیبت یا پریشانی آئے تو غَور کرنا چاہئے کہ ہم سے کیا گُناہ ہوا جس کی سزا کے طَور پر یہ پریشانی آئی ہے، کئی اسلامی بہنیں یُوں کہتی سُنائی دیتی ہیں: بڑے وِرْد وَظیفے کئے، سجدوں میں گِر کر بھی روئی، بڑی دُعائیں کیں مگر پریشانی حَل نہیں ہو رہی۔ **پیاری پیاری اسلامی بہنو !** اوّل تو ہمیں اپنے آپ کو نیک سمجھنا ہی نہیں چاہئے اور یہ بھی یاد رکھئے! ہم بُھول جاتے ہیں لیکن اللہ پاک بھولنے سے پاک ہے اور اللہ پاک بڑا مہربان ہے، اللہ پاک بہت مرتبہ ہمیں مہلت دیتا ہے، دیئے رکھتا ہے، آخر جب ہم توبہ نہیں کرتے تو آزمائش آتی ہے، اس لئے پریشانی آئے تو شکوے کرنے، رونے دھونے کی بجائے اِنْصاف کے ساتھ ماضی میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بہت عرصہ پہلے ہم سے کوئی گُناہ ہو گیا تھا، جس کی سزا اَب مِل رہی ہے۔

(2) : پارہ: 21، سُورۂ رُوم کی آیت: 41 جو ہم نے سُنی، اس میں آزمائش کی دُوسری حکمت یہ بیان ہوئی:
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(۴۱)

تاکہ وہ باز آجائیں۔

یعنی یہ مصیبتیں، پریشانیاں غافلوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے آتی ہیں، اس لئے آتی ہیں تاکہ لوگ رجوع کریں، توبہ کریں اور اللہ پاک کے نیک اور فرمانبردار بندے بَن جائیں۔ معلوم ہوا تکلیف آئے، پریشانی آئے، مصیبت آئے تو توبہ کرنی چاہئے ، اللہ پاک کی طرف رجوع کرنا چاہئے، گُناہ چھوڑ کر نیکیوں کی طرف بڑھنا چاہئے مگر افسوس! ہم پر مصیبت آئے، ہم پر پریشانی آئے، کسی عزیز کی موت واقع ہو جائے، تنگ دستی ہو جائے، روزگار بند ہو جائے تو لوگ اُلٹا گُناہوں کی طرف بڑھتے ہیں، مَعَاذَ اللہ! اللہ پاک پر اعتراض کرتے ہیں، شکوے کرتے ہیں، نمازوں سے دُور ہو جاتے ہیں، غور کر لیجئے! معاشرے میں کتنے ایسے لوگ ہیں ☆ جن کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو وہ غُسْل، اور کفن کی مصروفیات

i... سنن ابن ماجہ، کتاب: الفتن، صفحہ: 649، حدیث: 4022۔

میں نمازیں قضا کر ڈالتی ہیں * واویلا مچاتی ہیں ☆ غُربت آجائے تو رونے روتی ہیں ، مَعاذَاللہ! لوگوں کے سامنے اللہ پاک سے شکوے کرتی ہیں۔

آہ! پریشانیاں، مصیبتیں آتی ہیں غفلت سے بیدار کرنے کے لئے مگر ہم لوگ مزید غفلت کا شِکار ہو جاتے ہیں، ایسی اسلامی بہنیں بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، کہ جب تنگ دستی آجائے تو کہتے ہیں: کہ گھر والوں کا کاروبار بند ہو گیا ہے، تنگ دستی آگئی ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے! جب وظیفہ بتا کر کہا جاتا ہے کہ یہ وظیفہ فجر کے بعد پڑھنا ہے تو بڑی لجاجت سے کہتی ہیں کہ فجر نہیں پڑھی جاتی، کوئی اَور وظیفہ بتائیے۔ الامان والحفیظ! مصیبت آئی ہے، پریشانی آئی ہے، یہ تو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ہے، یہ تو نیکیوں کی طرف لے جانے کے لئے ہے، یہ تو اس لئے آئی ہے تاکہ توبہ کرلو، مرنے سے پہلے گُناہ چھوڑ دو، اللہ پاک کے ساتھ رشتہ جوڑلو، کیا اب بھی فجر نہیں پڑھی جائے گی، کیا اب بھی گانے باجے چلتے رہیں گے، کیا اب بھی فضولیات میں مصروفیت رہے گی۔ اللہ پاک قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (پارہ:7، سورۂ اَنعام:43) ترجمہ کنز العرفان: تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے لیکن ان کے تو دِل سخت ہو گئے تھے۔

یعنی ہم نے انہیں قحط، بھوک، بیماریوں وغیرہ میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ ان مصیبتوں کی وجہ سے ہمارے دروازے پر آئیں، ہماری بارگاہ میں گڑگڑائیں، ہمارے رسولوں کی پیروی کریں تو وہ لوگ ہمارے دروازے پر گڑگڑاتے ہوئے کیوں نہ گرے؟ کیا انہیں ہماری رحمت کی ضرورت نہیں؟ کیا ہم نے اپنا دروازہ اُن کے لئے بند فرما دیا تھا؟ کیا انہیں ہمارے دَر پر آنے میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے؟ نہیں، ان پر دروازہ بند نہیں کیا گیا، پھر بھی انہوں نے ایسا نہ کیا، نہ وہ ہمارے رسول (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے فرمانبردار بنے، نہ ان مصیبتوں سے ان کی آنکھیں کھلیں، کیوں؟ اس لئے کہ ان کے دِل سخت ہو چکے ہیں۔i

اللہ پاک ہم سب کو ہر حال میں اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

i. تفسیر نعیمی، پارہ:7، سورۂ انعام، زیرِ آیت:43۔

حضرت ابو علی دَقّاق رَحمۃُ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: رِضا یہ نہیں ہے کہ بندے کو تکلیف محسوس ہی نہ ہو بلکہ رِضا یہ ہے کہ بندہ اللہ پاک کے فیصلے پر اعتراض نہ کرے۔ii

تکلیف پہنچی، مصیبت آئی، کہیں چوٹ لگ گئی، کسی عزیز کا انتقال ہو گیا، غُربت آگئی، بیماری آگئی، یہ چیزیں محسوس ہوں، دِل غمگین ہو جائے، آنکھ سے آنسو نکل آئیں، اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم دِل میلا نہ کریں، زبان پر شکوے نہ لائیں، اپنے پیارے رَبِّ کریم کے فیصلے پر مَعاذَ اللہ اعتراض نہ کریں

اللہ پاک پر اعتراض کفر ہے

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَت بَرَکَاتُہمُ الْعَالِیَہ اپنی انمول کتاب کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب صفحہ: 141 اور 142 پر لکھتے ہیں: اللہ پاک پر اعتراض کرنا قطعی کفر ہے اور مُعْتَرِض (یعنی اللہ پاک پر اعتراض کرنے والا) کافر ہے، اللہ پاک خالق ومالک ہے، اُسی کے پیدا کردہ بندے کا اُس پر اعتراض کرنا اُس کی شدید ترین توہین ہے، مسلمان کو چاہئے کہ اللہ پاک کے ہر کام کو مَبنی بر حکمت ہی یقین کرے خواہ اس کی اپنی عقل میں آئے یا نہ آئے۔ زَبان پر آنا کُجا دل میں بھی اعتِراض کو جگہ نہ دے۔ iii

اے خُدائے مصطفٰی! ایمان پر ہو خاتمہ مغفرت کر! واسطہ اَصحاب واَہلِ بیت کا

پاؤں پر چوٹ کیوں لگی...؟

حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہِ کے متعلق منقول ہے، آپ نے ایک دِن اپنے بیٹے سے فرمایا: تمہیں جو بھی مُعاملہ درپیش ہو، تمہیں اچھا لگے یا بُرا، اپنے دِل میں یہی رکھو کہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بیٹے نے عرض کیا: ابا جان! یہ بات ذرا وضاحت سے سمجھائیے! ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ہر بات میرے حق میں بہتر ہی ہو؟ حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہِ نے فرمایا: ایک بستی میں اللہ پاک کے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام تشریف فرما ہیں، آؤ! اُن کی خِدمت میں حاضِر ہوں، وہ ہمیں زیادہ بہتر انداز میں سمجھائیں گے۔ چنانچہ دونوں) باپ، بیٹے (نے سامانِ سَفَر لیا، 2 جانوروں پر سُوار ہوئے اور عِلْمِ دین سیکھنے کے لئے چل پڑے، گرمی

ii۔ رسالہ قشیریہ، رضا کا بیان، صفحہ:358 بتغیر قلیل۔

iii. کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب، صفحہ:141-142 ملتقطاً

شدید تھی، سَفر لمبا تھا، راستے میں کھانا اور پانی ختم ہو گیا، دونوں باپ بیٹے کو تھکاوٹ بھی ہو گئی، جانور بھی تھک گئے، اب یہ دونوں حضرات جانوروں سے اُترے اور پیدل چلنے لگے، چلتے چلتے کافی دُور جا کر حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کو دُور کہیں سے دُھواں اُٹھتا ہوا دِکھائی دِیا، کچھ ڈھارس بندھی کہ آبادی قریب ہی ہے مگر ساتھ ہی ایک مشکل بھی کھڑی ہو گئی، کوئی نوکیلی ہڈی تھی، وہ آپ کے بیٹے کے پاؤں میں لگی اور آر پار ہو گئی، خُون بہنے لگا، کئی دِن کے مُسافِر، شدید گرمی، پانی بھی نہیں ہے، کھانا بھی نہیں ہے، ایسی حالت میں خون نکلا تو حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کا شہزادہ غَش کھا کر زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا، بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، آپ نے بڑی مشکل سے وہ ہڈی پاؤں سے نکالی، پٹی باندھی، کچھ اِفاقہ ہوا تو بیٹے کو ہوش آ گیا، اب آپ کے بیٹے نے عرض کیا: ابّا جان! ہم مُسافِر ہیں، شدید گرمی ہے، پانی ختم ہو چکا ہے، اس حالت میں مجھے چوٹ بھی لگ گئی، نہ ہم آگے چلنے کے لائق ہیں، نہ واپس پلٹ سکتے ہیں، ہمارا کوئی پُرسانِ حال بھی نہیں ہے، بتائیے! یہ سب کچھ میرے لئے بہتر کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ نے فرمایا: بیٹا! یہ جو مصیبت ہمیں پہنچی ہے، ہو سکتا ہے اس کے ذریعے کوئی بڑی مصیبت ہم سے ٹال دی گئی ہو۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہیں تھیں کہ حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ کو دُور سے کوئی شخص آتا دکھائی دیا، آپ کچھ مطمئن ہوئے مگر جلد ہی وہ نظروں سے اَوجھل ہو گیا، پھر آپ کو ایک آواز سُنائی دی: اَنْتَ لُقْمَان کیا تم لقمان ہو؟ کہا: جی ہاں! میں لقمان ہوں۔ پوچھا: حکیم لقمان؟ کہا: لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا: تمہارے بیٹے نے کیا کہا ہے؟ حضرت لقمان حکیم رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ سامنے کیوں نہیں آتے؟ آواز آئی: میں جبریل ہوں، میں صِرف نبیوں اور فرشتوں کو دِکھائی دیتا ہوں۔ کہا: اگر آپ جبریل ہیں، تب تو آپ ہمارے حال سے واقِف ہوں گے؟ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے ایک شہر پر عذاب نازِل کرنے کے لئے بھیجا تھا، جب میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ تم دونوں بھی اس شہر کی طرف بڑھ رہے ہو، چنانچہ میں نے اللہ پاک سے دُعا کی: یا اللہ پاک! ان دونوں کو اس شہر میں داخل ہونے سے روک دے، میری دُعا قبول ہوئی اور تمہارا بیٹا تکلیف میں مبتلا ہو گیا، اگر ایسا نہ ہوتا اور تم شہر میں داخِل ہو جاتے تو تم بھی شہر والوں کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہو جاتے۔ i

---

i-- الرضا عن اللہ بقضائہ لابن ابی الدنیا، حکایات عن الراضین، صفحہ: 62-63--

اللہ! اللہ! پیاری پیاری اسلامی بہنو! معلوم ہوا: ہمارے ساتھ جو بھی ہوتا ہے، بہتر ہی ہوتا ہے، اللہ پاک ہمیں جس حال میں بھی رکھتا ہے، وہی حال ہمارے حق میں بہتر ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ پاک کی رِضا میں راضی رہیں، کبھی بھی دِل میلا نہ کریں، نہ ہی زبان پر شکوہ لایا کریں۔

اللہ پاک نے سب کو کمال ہی عطا فرمایا ہے

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام فِرعَون کے پاس، اسے نیکی کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے کر گئے تو فرعون نے پوچھا:

فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى (پارہ:16، سورۂ طٰہٰ:49)

ترجَمہ کنزُالعرفان: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا ربّ کون ہے؟

اس کے جواب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا:

رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (پارہ:16، سورۂ طٰہٰ:50)

ترجَمہ کنزُالعرفان: ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل وصورت دی پھر راہ دکھائی۔

مُفَسّرِین کرام نے اس آیت کی جو وَضاحت فرمائی، اس کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ رَبّ وہ ہے جس نے ہر چیز کو ایک خاص مقصد (Purpose) کے تحت، مَخْصُوص صلاحیت پر پیدا فرمایا، پھر ہر چیز کو اس کے کام کے مطابق صُورت بھی عطا فرمائی، پھر ہر چیز کو اُس کی صلاحیت اور کام کے مطابق اَسْباب بھی عطا فرما دیئے اور ساتھ ہی ساتھ اُن اَسْباب کو استعمال میں کیسے لانا ہے، اس کی ہدایت بھی فرما دی۔ مثلاً اللہ پاک نے آنکھ دیکھنے کے لئے پیدا فرمائی، اس میں دیکھنے کی صلاحیت بھی رکھی، کان سُننے کے لئے پیدا فرمائے، کانوں کو اُن کے کام کے مطابق شکل وصُورت بھی عطا فرمائی اور سُننے کی صلاحیت سے بھی نوازا، پھر کمال یہ کہ ہر چیز کا ایک خاص مقصد ہے، اور ایک خاص کام ہے، کان سُنتے ہیں، دیکھ نہیں سکتے، آنکھ دیکھتی ہے، سُن نہیں سکتی، اسی طرح کائنات کی ہر چیز اپنے ایک جُدا مقصد کے تحت، اپنے علیحدہ کام کے لئے بنائی گئی، ہر چیز کو اس کی صلاحیت اور کام کے مطابق شکل و صُورت بھی دے دی گئی، اَسْباب بھی مہیا فرما دیئے اور اُن اَسْباب کو استعمال کرنے کی ہدایت بھی عطا فرما دی۔ ii

---

ii--- روح المعانی، پارہ:16، سورۂ طہ، تحت الآیۃ:50، جز:16، جلد:8، صفحہ:683 بتغیر قلیل--

امام شَعرانی رَحمۃُ اللہ عَلَیہ اس آیت کی وَضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ اللہ پاک نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق جس کو جو عطا فرمایا ہے، اُس کے لئے کمال وہی ہے * نبیوں کو نبوت عطا فرمائی اُن کے حق میں نبی ہونا کمال ہے * وَلیّوں کو وِلایت عطا فرمائی اُن کے حق میں وِلایَت کمال ہے * عُلَما کو عِلْم عطا فرمایا، اُن کے حق میں عِلْم کمال ہے، غرض جس کو جو بھی عطا ہوا، اُس کو کمال ہی عطا ہوا۔(i)

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ پاک کی بارگاہ سے جس کو جو بھی مِلا ہے، 100 فیصد ہی مِلا ہے، کسی کو بھی کم نہیں دیا گیا، ہاں! ہر ایک کا 100 فیصد اُس کی صلاحیت اور طاقت کے مطابق ہے۔ مثال کے طَور پر ایک نَرْسَری کلاس کا طالبِ عِلْم ہے، اسے نَرْسَری میں 100 فیصد نمبر دیئے جائیں تو وہ کس کلاس میں پہنچے گا؟ پَرَیپ میں۔ اسی طرح ایک B.A کا طالبِ عِلْم ہے، اسے 100 فیصد نمبر دیئے جائیں تو وہ کونسی کلاس میں پہنچے گا؟ M.A میں۔ یہ فرق کیوں؟ دونوں کو 100 فیصد ہی نمبر ملے تو ایک پریپ میں اور دوسرا M.A میں کیوں پہنچا؟ بالکل واضح بات ہے، نمبر اگرچہ دونوں کو برابر (یعنی 100 فیصد) ملے مگر دونوں کی صلاحیت مختلف تھی، دونوں کی قابلیت مختلف تھی، بالفرض اگر نَرْسَری والے کو 100 فیصد نمبر ملنے پر M.A میں بٹھا دیا جاتا یا B.A والے کو 100 فیصد نمبر ملنے پر پریپ میں بٹھا دیا جاتا تو دونوں اپنا توازُن کھو بیٹھتے، دونوں اَن بیلنس ہو جاتے۔

اسی طرح دُنیا میں اللہ پاک نے ہر ایک کو کمال ہی عطا فرمایا، جو امیر ہے، اُسے بھی 100 فیصد مِلا اور جو غریب ہے، اسے بھی 100 فیصد ہی مِلا، البتہ ہر ایک کی قابلیت جُدا ہے، ہر ایک کی طاقت جُدا ہے، اگر غریب کو 150 فیصد دے کر اُسے امیر کر دیا جاتا یا امیر کو 50 فیصد دے کر غریب کر دیا جاتا تو دونوں اپنا توازُن کھو بیٹھتے، دونوں اَن بیلنس ہو جاتے مگر قربان جائیے! اللہ رَبُّ العالمین ہے، اُس نے ہر ایک کو 100 فیصد ہی عطا فرمایا اور جس کو جو کچھ عطا فرمایا، اس کے حق میں وہی کمال ہے۔

حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ پاک فرماتا ہے: میرے کچھ بندے وہ ہیں جن کے حق میں غُربت ہی بہتر ہے، اگر میں اُن کو امیر بنا دیتا تو اُن کا حال بگڑ جاتا اور بعض بندے وہ ہیں، جن کے حق میں امیر ہونا ہی بہتر ہے، اگر میں اُنہیں غریب بناتا تو اُن کا حال بگڑ جاتا۔ ii

خُدا! تجھ سے تیری وِلا مانگتی ہوں   میں عشقِ شہِ اَنبیا مانگتی ہوں

i.. انوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ، صفحہ: 30-

ii... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، جلد: 5، صفحہ: 314، تحت الحدیث: 2459

اِلٰہی! نہیں مانگتی مال و دولت   فقط تجھ سے تیری رِضا مانگتی ہوں (iii)

اس کا تو اندھا ہونا ہی بہتر ہے

اللہ پاک کے نبی حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام ایک مرتبہ نہر کے قریب سے گزر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ بچے نہر میں نہا رہے ہیں ان کے ساتھ ایک نابینا (Blind) بچہ بھی تھا، حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام کو اس کے حال پر رَحم آیا، آپ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں دُعا کی: یااللہ پاک! اس کو بھی آنکھیں عطا فرما۔ اللہ پاک نے آپ کی دُعا قبول فرمائی اور اس بچے کو آنکھیں عطا فرما دیں، جب اس نے آنکھیں کھولیں اور بچوں کو دیکھا تو ایک بچے کو پکڑ کر پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ وہ مر گیا، پھر دوسرے کو پکڑا اور اسے بھی غوطے دیکر قتل کر دیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام حیران ہوئے اور دُعا کی: یا اللہ پاک! تُو اپنی مخلوق کو بہتر جاننے والا ہے، اسے پہلی حالت پر ہی لوٹا دے۔(iv)

پیاری پیاری اسلامی بہنو! جب اللہ پاک نے ہر ایک کو کمال ہی عطا فرمایا، رَبِّ کریم کی بارگاہ سے جسے جو مِل رہا ہے، 100 فیصد ہی مِل رہا ہے، ہر ایک جس حال میں ہے، وہی حال اس کے حق میں بہتر ہے تو بتایئے! شکوے شکایت کی گنجائش ہی کیا رہ جاتی ہے، شکوہ تو تب ہوتا، جب ہمارے ساتھ نااِنْصافی ہو رہی ہوتی، نااِنْصافی تو ہوئی ہی نہیں، ہر ایک کو کمال ہی عطا کیا گیا، ہر ایک کو اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق بہتر حالت ہی میں رکھا گیا تو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس پر راضی رہیں، اس کے باوُجود بھی جو اللہ پاک کی رِضا میں راضی نہیں ہے، شکوے کرتا ہے، وہ تو گویا یہ چاہتا ہے کہ آنکھ سُنے اور کان دیکھے، جبکہ یہ واضح جہالت ہے، کان دیکھنے کے لئے نہیں سننے کے لئے ہیں، آنکھ سننے کے لئے نہیں بلکہ دیکھنے کے لئے ہے، لہٰذا اللہ پاک نے جسے جہاں رکھا، جس حال میں رکھا، اسے چاہئے کہ اسی پر راضی رہے، کبھی بھی زبان پر شکوہ شکایت نہ لائے۔

اگر ہم اللہ پاک کی رِضا میں راضی ہو جائیں تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ الْکَرِیْم! اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائے اور اگر اللہ پاک ہم سے راضی ہو گیا تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ الْکَرِیْم! بگڑی سنور جائے گی۔ اللہ پاک ہم سب کو اُس کی رِضا پر راضی رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ربّ کی رِضا میں راضِی رہنے کے لئے کیا کریں؟

iii... وسائل فردوس، صفحہ

iv آنسوؤں کا دریا، صفحہ: 252 خلاصۃً

پیاری پیاری اسلامی بہنو! اللہ پاک کی رِضا میں راضی رہنے کی عادت اپنانے کے لئے بہت سارے طریقے اپنائے جاسکتے ہیں؛ مثلاً اللہ پاک کی رِضا میں راضی رہنے کے فضائل پڑھیں، اللہ پاک کے نیک بندے جو ہمیشہ اُس کی رضا میں راضی رہتے تھے، اُن کی سیرت پڑھیں (اس کے لئے احیاء العلوم، جلد:5 سے رِضا کا بیان پڑھنا مفید ہے)، اسی طرح تکلیف، مصیبت، پریشانی، غُربت وغیرہ پر ملنے والے ثوابات کا مطالعہ کریں (مثلاً شیخِ طریقت، امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہمُ الْعَالِیَہ کا رسالہ غریب فائدے میں ہے اور بیمار عابِد پڑھ لیجئے)۔ اس کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللہ الْکَرِیْم! اللہ پاک کی رِضا میں راضی رہنے کا ذِہن بنے گا۔

پیرانِ پیر، حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ نے اللہ پاک کی رِضا میں راضی رہنے کے 2 آسان طریقے بتائے ہیں، آپ فرماتے ہیں: (1): جو شخص اللہ پاک کی رضا میں راضی رہنا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ موت کو ہمیشہ یاد رکھے کیونکہ موت کی یاد دُنیوی مصیبتوں کو آسان بنا دیتی ہے (2): جس بات پر دِل میں شکوہ آئے، بندے کو چاہئے کہ اس بات پر شکوہ کرنے کی بجائے، اللہ پاک سے دُعا کرے، مثلاً کسی پر غُربت آگئی یا کوئی بیمار ہو گیا، اب اس کے دِل میں وَسْوَسے آتے ہیں تو اسے چاہئے کہ غربت یا بیماری کا شکوہ نہ کرے بلکہ اللہ پاک کی بارگاہ میں دُعا کرے: یا اللہ پاک! مجھ سے غُربت دُور فرما دے، یا اللہ پاک! مجھے اس مرض سے شِفَا عطا فرما دے۔ یُوں اپنے دِل کو شکوہ شکایت کی بجائے، دُعا میں مشغول رکھے۔ اس کی برکت سے اِنْ شَآءَ اللہ الْکَرِیْم! دِل ہلکا ہو جائے گا اور اللہ پاک نے چاہا تو رَبِّ کریم کی رِضا میں راضی رہنے کی توفیق بھی مِل ہی جائے گی۔(i)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّد

علمائے کرام فرماتے ہیں: جس طرح ہماری زبان میں چکھنے اور ذائقہ (Taste) محسوس کرنے کی صلاحیت (Ability) رکھی گئی ہے، اسی طرح ہمارے دِل میں بھی رُوحانیات (مثلاً عبادات وغیرہ) کا ذائقہ محسوس کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ * ہم اپنی زبان پر کوئی چیز رکھیں تو ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ یہ چیز میٹھی ہے یا کڑوی ہے، ٹھنڈی ہے یا گرم ہے۔ * اسی طرح جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمارا دِل نماز کا لُطف محسوس کرتا ہے * جب ہم روزہ رکھتے ہیں تو دِل روزے کا لُطف محسوس کرتا ہے * ہم تلاوت کریں * ذِکْر و اَذْکار کریں * نیکی کی دعوت دیں * نعت شریف پڑھیں * عِلْمِ دین سیکھیں، غرض کوئی بھی نیکی کریں، ہمارے دِل میں ان چیزوں کا لُطف محسوس کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے مگر جس طرح بعض اوقات جب ہم بیمار ہو جائیں، بُخار آجائے تو ہمارے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے، ہر چیز کڑوی کڑوی محسوس ہوتی ہے، اسی طرح جب دِل بیمار ہو، دِل پر غفلت کے پردے پڑے ہوں، دِل گُناہ کر کر کے سیاہ ہو جائے، تکبر، خود پسندی (Selfishness)، حُبِّ دُنیا، حُبِّ مال وغیرہ باطنی بیماریاں دِل میں ڈیرہ ڈال لیں تو ہمارا دِل بھی بیمار ہو جاتا ہے، پھر نہ نمازوں میں لُطف ملتا ہے، نہ روزے رکھنے کا سُرُور آتا ہے، نیکیوں میں دِل نہیں لگتا، یہاں تک کہ دِل سے ایمان کا نُور اور اس کا لُطف نکل جاتا ہے، جس کی ایسی حالت ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے دِل کا علاج کرے اور اس علاج کا طریقہ کیا ہے؟ ہمارے آقا و مولا، مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ایک طریقہ ہمیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ اللہ پاک کے رَبّ ہونے پر، اسلام کے دِین ہونے پر اور مُحَمَّد صلی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر سچّے دِل سے راضی ہو جائے، اس کی برکت سے گُناہوں کی سیاہی دُور ہو گی، دِل صاف ہو جائے گا اور اسے ایمان کی نورانیت نصیب ہو گی۔(ii)

ہر دم ابلیس پیچھے لگا ہے — حفظِ ایمان کی التجا ہے
ہو کرم اَمنِ روزِ جزا کی — میرے مولیٰ تو خیرات دیدے iii

پیاری پیاری اسلامی بہنو! بیان کو اختتام کی طرف لاتے ہوئے سُنّت کی فضیلت اور چند آدابِ زندگی بیان کرنے کی سَعادت حاصل کرتی ہوں۔ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ جس نے میری سُنّت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ ہو گا۔ iv

سینہ تیری سُنّت کا مدینہ بنے آقا! — جنت میں پڑوسی مجھے تم اپنا بنانا

i...الفتح الربانی، صفحہ: 111

ii..لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد:1، صفحہ:78-79، تحت الحدیث:9 خلاصۃً۔

iii...وسائلِ بخشش، صفحہ:124-125۔

iv..مشکوٰۃ، کتاب: الایمان، باب: الاعتصام، جلد:1، صفحہ:55، حدیث:175

کم کھانا سُنَّتِ مصطفٰے ہے

2فرامینِ مصطفٰے صَلّی اللہ عَلَیْہِ وآلِہ وسَلَّم : (1): جب بندہ کم کھاتا ہے،اس کا باطن نور سے بھر جاتا ہے۔ (i)

(2): جو دُنیا میں کم کھائے، کم پیئے، اللہ پاک فرشتوں کے سامنے اس پر فخر فرماتا ہے۔ ii

پیاری پیاری اسلامی بہنو! ! کم کھانا سُنَّت ہے۔ * ہمارے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صلی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم بھوک سے کم کھایا کرتے تھے، * آپ صلی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم جب تک دُنیا میں تشریف فرمارہے، کبھی لگاتار 2راتیں پیٹ بھر کر نہ کھایا* آپ صلی اللہ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھا کرتے تھے۔

کھانے کی مِقْدَار کے متعلق اَحْکَام :

* بھوک رکھ کر کھانا سُنت ہے * جتنی بھوک ہے، اتنا کھالینا مُباح ہے (یعنی اس میں نہ گُناہ، نہ ثواب) * پیٹ بھر کر اتنا کھانا کہ پیٹ خراب ہونے کا گمان ہو، حرام ہے * پیٹ بھر کر اتنا کھانا کہ پیٹ خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو، مکروہ ہے * غِذَا میں اتنی کمی کر دینا کہ فرائض کی ادائیگی میں خلل آئے، ناجائز ہے۔ ([1])

مختلف سنتیں اور آداب سیکھنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی بہارِ شریعت جلد: 3، حِصّہ: 16 اور امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَت بَرَکاتھمُ الْعَالِیَہ کی 91صفحات کی کتاب 550 سنتیں اور آداب خرید فرمایئے اور پڑھئے! سنتیں سیکھنے کا ایک ذریعہ دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی سے شرکت بھی ہے۔

اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلی اللہ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم ۔

---

i... جامع صغیر، صفحہ:233، حدیث:3831-

ii... مَجْمَعُ الزَّوَائِد، کتابُ الْاَدب، باب حُسْنِ اَخلاق کے بیان میں، جلد:8، صفحہ:19، حدیث:12687